آج تک کبھی یہ نہیں سوچا کہ میں کس لقب کا مستحق ہوں، یا دین میں میرا مرتبہ اور منصب کیا ہے۔ مجھے تو بس یہ فکر ہے کہ کسی طرح خدا کے دین کی کوئی ایسی خدمت کر جاؤں جو اللہ کے ہاں میرے گناہوں کی مغفرت کے لیے کافی ہو سکے اور میرا حشر عباد الطاغوت کے بجائے عباد الرحمٰن کے ساتھ ہو سکے۔ اس سے زیادہ جو کچھ میرا مالک مجھے دے اس کا فضل ہے۔ ورنہ میرے لیے تو بس یہی بڑی کامیابی ہے۔ بڑے سے بڑا منصب جس کی مجھے تمنا ہے وہ مومنِ قانت ہونے کا منصب ہے اور وہ بھی خالق کی نگاہ میں نہ کہ محض خلق کی نگاہ میں۔ خلق کی بڑی مہربانی ہو گی اگر وہ میرے لیے کوئی منصب تجویز کرنے کے بجائے خدمتِ دین میں میرا ہاتھ بٹائے، یا کم از کم روڑے اٹکانے اور فتنوں میں اُلجھانے سے باز رہ جائے۔

اسلامی پنچایت کے بارے میں جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ نے اپنے حال کے اجلاس میں جو نقشہ تجویز کیا ہے وہ ہمارے نزدیک سردست موزوں ترین ہے۔ الّا یہ کہ آگے چل کر تجربہ سے اس کے اندر کوئی خامی نظر آئے۔ بہر حال اس وقت ہم اس میں کسی ترمیم و اضافہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

تصوف کا فسادِ مزاج

سوال:۔ رسالہ ترجمان القرآن میں اس قسم کے دوسرے سوالات کے جوابات پڑھنے اور خاص کر مولانا حکیم عبدالرشید صاحب کے مضمون کا جواب پڑھنے کے بعد میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ زیادہ اُلجھنے اور صفائیاں پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن پھر بھی اگر دفع شر کے خیال سے بعض حضرات کی غلط فہمیاں دور کرنے کی غرض سے آپ اتہامات کی تردید کر دیا کریں تو بہتر ہو گا۔

مولانا امین احسن صاحب نے جو اپنے مضمون میں تصوف کے متعلق جو کچھ لکھا ہے

اگرچہ عام صوفیاء اور عام مروجہ تصوف کے متعلق شاید یہ درست ہو لیکن حضرت گنگوہیؒ یا حضرت تھانویؒ یا اس سلسلہ کے دوسرے بزرگوں کے ہاں تصوف جس شکل و صورت میں پیش کیا گیا ہے اُس کے متعلق اتنے تیز الفاظ استعمال نہیں کیے جا سکتے۔ حاشا وکلا میں گروہی عصبیت کی بنا پر یہ نہیں کہہ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ بلکہ جہاں تک میں نے ان حضرات کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، انہوں نے بڑی شد و مد سے بار بار یہ سمجھایا ہے کہ اصل تصوف صرف اطاعت خدا و رسول ہے۔ یہ طریقے محض تدبیریں ہیں۔ یہ وسائل ہیں مقاصد نہیں۔ ان میں کمی بیشی، تبدیلی کی جا سکتی ہے، اور وہ حضرات بلحاظ حالات و اشخاص کے اعتبار سے تبدیلیاں کرتے بھی رہے ہیں۔ مولانا عبدالباری ندوی کی نئی مطبوعہ کتاب "تجدید تصوف و سلوک" میں یہ سارے مباحث تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ تنقید کرتے وقت عبارت کچھ اس انداز کی ہونی چاہیے کہ مطلقاً تمام صوفیائے کرام اس کی لپیٹ میں نہ آ سکیں۔ کیونکہ اس طرح کے عام الفاظ کو لے کر شرارت پسند غلط پروپیگنڈا کرتے ہیں اور پھر معتقدین و مریدین کے جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں۔ اگر پہلے سے احتیاط برتی جائے تو کیا بہتر نہ ہوگا؟

آپ سے ایک استفسار کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے صوبہ میں اب ووٹروں کی فہرستیں بن رہی ہیں۔ میں اپنا اور خاندان کے دوسرے مردوں کا نام تو بہرحال درج کرا دوں گا عورتوں کے نام بھی درج کیے جا رہے ہیں۔ میں خود تو اپنے طور سے بہ حیثیت مسئلہ یہ سمجھتا ہوں کہ عورتوں کو ووٹ ڈالنے کے قضیہ میں شامل کرنا درست نہیں۔ اور خاص کر موجودہ ماحول میں تو عورتوں کے ووٹ ڈالنے اور ووٹ کے لیے جانے کو تو ناجائز سمجھتا ہوں۔ پنجاب میں میں نے خود اپنی آنکھوں جو کچھ دیکھا ہے اس کی بنا پر اتنا تو مجھے وثوق کامل ہے کہ موجودہ ماحول میں عورت کا ووٹ ڈالنے کے لیے نکلنا گناہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ووٹروں کی فہرست میں عورتوں کے نام درج ہی نہ ہوں اور اپنے خاندان کی عورتوں کے

نام درج نہ ہونے دونگا۔ مگر بعض حضرات کہتے ہیں کہ نام لکھ دیئے جائیں تاکہ اس سے یہ تو معلوم ہو سکے کہ اس قصبہ میں اتنے ووٹر ہیں۔ کیونکہ اس پر حلقہ کے حدود متعین کیے جائیں گے اور نام درج نہ کرنے سے مجموعی علاقہ اور قصبہ کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ پھر اگر کوئی ووٹ نہ دینا چاہے تو اس وقت نہ جائے، عورت گھر بیٹھی رہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر نام درج ہو گیا تو اگر وہ عورت خود گھر میں بیٹھی رہے تو ہمارے یاران شاطر جعلی ووٹ بھگتانے کے بھی تو ماہر ہیں کسی اور کو اس کی جگہ بھیج دیں گے۔ الغرض آپ منقح طور سے فرمایئے کہ میں اس بارے میں کیا رویہ اختیار کروں، تاکہ خود بھی عمل کروں اور اپنے حلقۂ احباب و متعلقین میں بھی اس کے مطابق کام شروع کروں۔

جواب: تصوف کے متعلق جہاں تک مولانا امین احسن صاحب کے مضمون کو میں نے دیکھا ہے، اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس کی زد تمام صوفیا پر پڑتی ہو۔ انہوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ مروجہ تصوف ہی کے متعلق لکھا ہے۔ لیکن میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ تصوف کے جو پاکیزہ ترین سلسلے کہے جا سکتے ہیں، جن کو وقت کے بڑے بڑے صاحب نظر علماء نے بدعات سے پاک کرنے اور شریعت کے مطابق بنانے کی انتہائی کوشش کی ہے، وہ بھی بعض اُن خرابیوں سے محفوظ نہیں رہ سکے ہیں جو تصوف کی فطرت میں پیوست ہو کر رہ گئی ہیں۔ مجھ سے مولانا حسین احمد صاحب کے ایک مرید نے جو ریلوے گارڈ تھے، مولانا کے زمانۂ اسیری میں ایک دفعہ کہا کہ نہ معلوم کیا بات ہے جو مولانا جیل میں بیٹھے ہوئے ہیں، ورنہ وہ جب چاہیں باہر آ سکتے ہیں۔ انہیں کون قید رکھ سکتا ہے؟ پھر انہوں نے چپکے سے یہ راز کی بات مجھے بتائی کہ اب بھی مولانا وقتاً فوقتاً باہر آ کر اپنا کام کر جایا کرتے ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب کے ایک مرید، بلکہ صاحب اجازت خلیفہ، جو متوسط درجہ سے کچھ زیادہ ہی اونچے درجہ کے عالم ہیں، جماعت اسلامی سے حرف بحرف متفق تھے۔ مجھ سے خود انہوں نے متعدد مرتبہ اعتراف کیا کہ اپنے علم کی حد تک میں اس تحریک کو سراسر حق پاتا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود وہ صرف اس لیے جماعت سے الگ رہے اور آج تک الگ ہیں کہ "حضرت اس جماعت سے مطمئن

نہیں ہیں" اس طرح کی ایک نہیں، بہت سی مثالیں میرے سامنے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلسلہ خواہ کتنا ہی پاک ہو، اور تعلیم خواہ کتنی ہی صحیح ہو، مگر کچھ برائیاں پیری مریدی میں ایسی گہری اُتر چکی ہیں کہ اچھے سے اچھے لوگوں کے مرید بھی ذہنی غلامی، اور رجال کو مدارِ حق بنانے، اور اپنے پیروں کے متعلق فوق الانسانی تصورات رکھنے سے محفوظ نہیں ہیں۔ مولانا اسماعیل شہید اور شاہ عبدالحی صاحب جیسے لوگ سید صاحب کی شخصیت کے بارے میں جو مبالغے کر گئے ہیں وہ ان کے تذکروں میں ملاحظہ فرما لیجیے۔ نظری حیثیت سے حضرت سید احمد بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے تصرف سے زیادہ پاکیزہ تصرف شاید ہی کوئی ہو۔ مگر ان کی شہادت کے بعد ان کی غیبوبت کا عقیدہ اور ظہورِ ثانی کا انتظار اس مطہر سلسلۂ تصرف میں بھی پیدا ہو کر رہا اور بڑے بڑے ذی علم اور صالح مرید اس میں مبتلا ہوئے حتیٰ کہ ایک گروہ آج تک ان کے ظہورِ ثانی کا منتظر ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ کسی طرح تصوف کے اصل مقصد یعنی اخلاص للہ و توجہ الی اللہ کو ایسے طریقوں سے حاصل کیا جائے جو ان خرابیوں سے پاک ہوں۔ اس غرض کے لیے ہم اُن متصوفانہ طریقوں کو ترک کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے نزدیک خرابی کے موجب ثابت ہوئے ہیں، اور جنہیں کوئی صاحب علم صوفی مباح سے زیادہ درجہ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ان کے بجائے ہم دوسرے ایسے طریقے اس مقصد کے حصول کے لیے اختیار کرنا چاہتے ہیں جو کم از کم اسی درجہ میں مباح تو ہیں ہی، ورنہ ہم تو ان کے متعلق یہ بھی ثابت کرنے کے لیے تیار ہیں کہ ہم نے ان میں سراسر قرآن اور حدیث کا اتباع کیا ہے اور کوئی ایک چیز بھی ایسی اختیار نہیں کی ہے جس کا ماخذ قرآن اور سنت میں موجود نہ ہو۔ اب ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر فی الواقع یہ لوگ متصوفانہ طریقوں کو محض تدابیر اور مباحات کے درجہ ہی میں رکھتے ہیں اور انہیں کمی بیشی، تغیر، تبدل کے قابل سمجھتے ہیں تو پھر انہوں نے کیوں ہمارے خلاف اس قدر شور و غل برپا کر رکھا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ ہماری رائے سے اختلاف کر سکتے ہیں، مگر یہ فتوے بازی اور طعن و تشنیع کیوں ہو رہی ہے؟

رائے دہندوں کی فہرست میں خواتین کے نام درج کرنے کے متعلق آپ نے جو سوال کیا ہے